مذہب کے نام پر دہشت گردی

4. Magnus Ranstorp, "Terrorism in the Name of Religion", *Journal of International Affairs*", 50 : 1 (Summer 1996), PP. 41 - 62.

دور جدید کے بعد کی دہشت گردی

5. Walter Laqueur, "Postmodern Terrorism", Foreign Affairs, 75 : 5 (September_October 1996), PP. 24 - 36.

عالم اسلام ———— افریقہ

الجزائر

تشدد کی سیاست

1. William H. Lewis, "Algeria at 35: the Politics of Violence", *The Washington Quarterly*, 19 : 4 (Summer 1996), PP. 3 - 18

الجزائر میں جاری خونی کشمکش ولیم ایچ لیوس کی رائے میں اس کے ہمسایہ ممالک تیونس اور مراکش کی حکومتوں کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے اور یہ پورا خطہ سیاسی عدم استحکام کا شکار ہو سکتا ہے۔ مغربی ملکوں کی تنظیم نیٹو کی جنوبی ریاستوں کو خدشہ ہے کہ الجزائر کی موجودہ صورتحال کے اثرات یورپ پر پڑ سکتے ہیں اور یورپی ممالک کی طرف سے موجودہ فوجی حکومت کی حمایت کے ردعمل میں ان میں اطلاعات کے نظام پر انتقامی حملے ہو سکتے ہیں۔ اس کا دوسرا نتیجہ جنوبی یورپ میں الجزائری باشندوں کی نقل مکانی ہے، جو پہلے ہی ۱۰ ملین کی تعداد میں اس خطے میں موجود ہیں۔ جبکہ تیسری صورت مصنف کے خیال میں الجزائر سے ہزاروں اور لاکھوں یورپی باشندوں کا اخراج ممکن ہے، جو الجزائر سمیت دوہری شہریت کے حامل ہیں۔ جائزے میں بحران کے ماخذ، فوج کے کردار اور اسلامی اپوزیشن کی پوزیشن کی تفصیلی وضاحت ہے اور آخر میں مستقبل کے امکانات پر ایک نظر ڈالی گئی ہے۔ تجزیہ نگار جارج واشنگٹن یونیورسٹی میں پروفیسر امیریٹس، نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی میں سینئر فیلو ہے اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں شمالی افریقہ کے امور کا سابق ماہر ہے۔

المیائی تضادات

2. Lahouari Addi, "Algeria,s Tragic Contradictions", *Journal of Democracy*, 7 : 3 (July 1996), PP. 94 - 107.

تحریر میں الجزائر کے سیاسی نظام اور اس کے موجود ڈھانچے کا جائزہ ہے اور رواں بحران کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ مختلف اپوزیشن گروپوں کے ان محرکات پر نظر ڈالی گئی ہے، جو حکومت کی اپنی صفوں میں اپوزیشن، اسلامی اپوزیشن اور جمہوری اپوزیشن کے پس منظر میں کام کر رہے ہیں۔ مضمون نگار الجزائر کا باشندہ اور فرانس کی لیون یونیورسٹی میں وزٹنگ پروفیسر ہے۔

مراکش

حکومت اور اپوزیشن

1. Omar Bendourou, "Power and Opposition in Morocco", *Journal of Democracy*, 7 : 3 (July 1996), PP. 108 _ 122

مراکش میں مقتدر طبقے اور اپوزیشن کی صورتحال کیا ہے، زیر نظر تحریر میں مشرق وسطیٰ میں جمہوری عمل کے حوالے سے اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آغاز میں ملک کی تاریخ اور اس پر قابض رہنے والی مختلف قوتوں کا ذکر ہے۔ شاہ اور شاہی نظام کی حیثیت اور کردار کا حوالہ ہے۔ مختلف ادوار کی حکومتوں کی نوعیت کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ملک میں سیاسی جماعتوں کے کردار، ذرائع ابلاغ، لیبر یونینوں اور ثقافتی اور علاقائی ایسوسی ایشنوں پر نظر ڈالی گئی ہے اور مستقبل میں ملک کی حقیقی جمہوریت کی طرف پیش رفت کے امکانات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

ایشیا

افغانستان

گوریلا جنگ میں تسلسل اور تبدیلی

1. Anthony James Joes, "Continuity and Change in Gurrilla war: the Spanish and Afghan Cases", *The Journal of Conflict Stndies*, xvi : 2 (Fall 1996), PP. 64 - 75

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد وہ صورت حال بھی ختم ہو گئی ہے، جس میں دو متحارب عالمی طاقتیں مختلف خطوں میں اپنی حامی گوریلا جنگوں کی پشت پناہی کرتی تھیں۔ زیر نظر مضمون میں تجزیہ نگار نے اس

دعوے کو چیلنج کیا ہے کہ سرد جنگ میں جو گوریلا تنازعات تھے، وہ اپنی منفرد نوعیت کے باعث آنے والے سالوں میں اب پالیسی سازی میں بمشکل ہی کام آسکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے تجزیے کی قدر و قیمت میں کمی آچکی ہے۔ اس مقصد کے لیے تجزیہ نگار نے دو ادوار کے دو بڑے گوریلا تنازعات کا موازنہ کیا ہے اور ان میں مناسبتی اور تفرقاتی نکات کو یکجا کرتے ہوئے آخر میں نچوڑ نکالا ہے کہ سرد جنگ کے تنازعات اس قدر منفرد نہیں ہیں کہ انہیں ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ گوریلا تنازعات کے دو ادوار میں مصنف نے سپین میں نپولین کے ۱۴-۱۸۰۸ء کے تجربے اور ۸۹-۱۹۷۹ء کے عرصے میں روس کی افغانستان میں مداخلت کے دور کو لیا ہے۔ انتھونی جیمز پالیگلس کے پروفیسر اور سینٹ جوزف یونیورسٹی میں انٹر نیشنل ریلیشنز پروگرام کے ڈائریکٹر ہیں۔

طالبان کی فتح؟

2. William Maley, "Taliban Triumphant"? *The World Today*, 52 : 11 (November 1996), PP. 275 _ 276

ولیم مالے طالبان کو کمیونسٹ اور پروفیسر ربانی کی حکومتوں کے مقابلے میں ایک ایسی قوت قرار دیتے ہیں، جو روایتی طرزِ معاشرت سے کٹے ہوئے، کسی حد تک جنونی اور کسی حد تک جرائم پیشہ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں (صفحہ ۲۷۵) اور جنہیں افغانستان کی تاریخ میں تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ تحریر میں پروفیسر ربانی، حکمت یار اور مسعود دوستم کے کردار اور پاکستان کے کردار کا ذکر ہے اور آخر میں خبردار کیا گیا ہے کہ افغانستان میں صورت حال تصور سے زیادہ خطرناک ہے اور کابل میں انتہا پسند پشتونوں کی موجودگی سے نسلی تنازعے کا خطرہ دوبارہ ظہور پذیر ہوسکتا ہے۔ جس سے اب تک بچا جاتا رہا ہے اور پاکستان، جس نے اسے پروان چڑھایا، خود اس کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔

ایران

انقلاب کی اندرونی ٹوٹ پھوٹ

3. Robin wright, "Dateline Tehran: a Revolution Implodes", *Foreign Policy*, No. 103 (Summer 1996), PP. 161 _ 175.

مضمون نگار کے تجزیے کے مطابق ایرانی انقلاب ایک نسل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اب ایک ایسے نازک مقام پر کھڑا ہے، جہاں سے ایک جدید مذہبی ریاست کے طور پر اس کے وجود کو خطرہ لاحق ہے۔ اس کی وجہ مصنف کی رائے میں بیرونی نہیں، ۱۹۹۰ء کی وسط دہائی سے اندرونی چیلنج ہے۔ "انقلاب اندرونی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے" اور اس کے مسائل اتنے بنیادی اور ہمہ گیر ہیں کہ ۱۹۷۹ء کے انقلاب کے بعد قائم اس کا اقتصادی اور سیاسی نظام زیادہ دیر چل نہیں سکتا۔

ترکی

اتاترک کے بعد

4. Eric Rouleau, "Turkey: Beyond Ataturk", *Foreign Policy*, No. 103 (Summer 1996), PP. 70-87

۷۰ سال قبل کمال اتاترک نے جس جمہوریہ کا وجود عمل میں لایا تھا، مصنف کے نقطۂ نظر سے اس کے بنیادی تصورات پر ان تبدیلیوں کی روشنی میں، جنہوں نے دنیا کو بدل ڈالا ہے، نظرثانی کی ضرورت ہے۔ اگرچہ وقت نے کمال ازم کے بعض اصولوں کو محو کر دیا ہے، تاہم بطور عقیدہ جن بعض اصولوں نے پنجے گاڑ رکھے ہیں، وہ عموماً رجعت پسندی کی طرف رجوع کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ ترکی کو درپیش مسائل میں سے ایک کردوں کی بغاوت ہے۔ جمہوریت کی پٹڑی سے اترنے اور اس پر دوبارہ چڑھنے کی تاریخ ہے۔ سیاسی اسلام کے اثرات اور اس میں رفاہ پارٹی کا کردار ہے۔ بڑھتی ہوئی معاشی مشکلات اور یورپ اور امریکہ کے لیے اس کی حربی اہمیت کی تفصیل دی گئی ہے اور آخر میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر کردوں کے ساتھ لڑائی نے طول پکڑا اور بنیاد پرستی کا پھیلاؤ جاری رہا، تو فوج کمال ازم کے دفاع کے لیے کسی بھی وقت ملک کی باگ ڈور سنبھال سکتی ہے۔ تاہم نئی نسل، جو ماضی کے ورثے سے زیر بار نہیں، کے حوالے سے یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ وہ ترکی کو ایک نئے راستے پر ڈالنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

علیحدہ تشخص کی تلاش

5. Banu Helvacioglu, "Allahu Ekber, We are Turks: Yearning for a different Homecoming at the Periphery of Europe," *Third World Quarterly*, 17 : 3 (September 1996), pp. 503 - 523.

ترکی میں کمال ازم اور اسلام کی کشمکش جاری ہے۔ مصنف ترکی میں اسلام کے غلبے کے امکان کو زیر بحث لاتے ہوئے تین سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے ۱۔ اگر ترکی میں "مذہبی احیا" کے متعلق جو کچھ کہنا ہے، وہ ۵۰ء اور ۶۰ء کی دہائی میں مغربی مبصرین کی جانب سے کہا جا چکا ہے، تو فرانس کے موجودہ صدر جیکس شیراک کے ۱۹۹۵ء میں یورپی پارلیمنٹ سے خطاب کو زیر بحث لانا کیوں ضروری ہے؟ ۲۔ بعض یورپی اور ترک اسکالرز کے خیال میں ترکی میں سماجی اور سیاسی زندگی پر اگر مذہب کی چھاپ ہے، تو ترکی میں اس وقت انتشار پسندوں اور اسلامسٹوں کی صفوں میں پولرائزیشن کا کیا جواز ہے؟ اور نمبر ۳ یہ کہ ترکی کے قومی ترانے میں سیکولر اور مذہبی موضوعات کے باوجود ترکی میں کمالسٹ قوم پرستوں اور سنی اسلامی سیاسی گروپوں کے درمیان سرگرم محاذ آرائی کیوں ہے؟ ان سوالات پر طویل بحث کے بعد جائزہ نگار آخر میں ہیگل کے فلسفہ تاریخ کی روشنی میں ترکی میں تین امکانی صورتوں کا تعین کرتا

ہے ۱۔ ایک غالب قوم پرست، جدید سیکولر پوزیشن ۲۔ ایک غالب، سنی یورپ مخالف، اتاترک مخالف پوزیشن اور ۳۔ دونوں صورتوں کا امتزاج یعنی ایک ترک اسلامی پوزیشن۔

ترکی - استحکام سے کتنا دور؟

6. Ergun Ozbedun, "Turkey: How for fram Consolidation", *Journal of Democracy*, 7 : 3 (July 1996), PP. 123 - 153.

ترکی کی گذشتہ ۴۵ سالہ تاریخ میں دسمبر ۱۹۹۵ء میں بارہویں انتخابات منعقد ہوئے اور ۱۹۶۰ء کے بعد سے جمہوری عمل میں فوج نے تین بار مداخلت کی۔ یہ مداخلت ۱۹۶۰ء، ۱۹۷۱ء اور ۱۹۸۰ء میں کی گئی۔ تاہم فوج نے جلد اور ہموار طریقے سے جمہوریت کو بحال کر دیا۔ زیر نظر بحث میں ترکی کے نصف صدی کے جمہوری سفر کی روشنی میں مختلف تصیوریوں کے حوالے سے یہ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ آیا اب ترکی کو ایک مستحکم اور مضبوط جمہوریت کہا جا سکتا ہے؟ ملک کی سیاسی تاریخ اور سیاسی پارٹیوں کی پوزیشن اور کردار کو زیر بحث لانے کے بعد مضمون نگار نے اسے ایک "نمائندہ" جمہوریت قرار دیا ہے، جس میں جمہوریت ابھی استحکام کی منزل کی جانب رواں ہے۔

جنوبی ایشیا

بنگلہ دیش

بنگلہ دیش میں جمہوریت کا عمل

1. Mohammad Mohabat Khan and Syed Anwer Hussain, "Process of Democratization in Bangladesh", *Contemporary South Asia*, 5 : 3 (November 1996), PP. 319 - 334.

بنگلہ دیش آزادی کے بعد سے جمہوری تجربات میں جس اتار چڑھاؤ سے گزرنے کے بعد موجودہ مقام تک پہنچا ہے، مضمون میں اس کی تفصیل دی گئی ہے۔ مضمون نگار ڈھاکہ یونیورسٹی میں بالترتیب تاریخ اور پبلک ایڈمنسٹریشن کا پروفیسر ہے۔

پاکستان

مالیاتی اختراع اسلامی تناظر میں

2. Robert E. Looney, "Financial Innovation in an Islamic Setting: The Case of Pakistan", *Journal of South Asian and Middlle Eastern Studies*, xix : 4 (Summer 1996), PP. 1 - 30

زیر نظر تحقیقی مقالے میں پاکستان میں بنکنگ سے ماورا اسلامی خطوط پر مالیاتی سرگرمیوں کی تفصیل ہے۔ ان میں مضاربہ اور لیزنگ کمپنیاں پیش پیش ہیں۔ اسلامی بنکنگ میں درپیش مشکلات اور مستقبل میں اس کی کامیابی کے امکانات پر اعداد و شمار کے حوالے سے تفصیلات دی گئی ہیں۔ مقالہ نگار مونٹری (CA) کے نیوی پوسٹ گریجویٹ سکول میں پروفیسر ہے۔

پاکستان کی سٹرٹیجک اہمیت

3. Ralph Braibanti, "Strategic Significance of Pakistan", Ibid; xx : 1(Fall 1996), PP. 1 - 19

تحریر نگار کی رائے میں عالمی استحکام اور امریکہ کی خارجہ پالیسی میں پاکستان کے مقام کا تعین تب تک ممکن نہیں ہے، جب تک عالمی سطح پر اسلامی تشخص کے احیا کے تناظر میں اسے نہ دیکھا جائے۔ پاکستان اور اس کے ایک سال بعد اسرائیل کے قیام کے بعد سے شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا گزرا ہو، جس میں دنیا کی توجہ اسلام پر مرکوز نہ ہوئی ہو۔ دنیا میں انسانی زندگیوں کو متاثر کرنے والے جو بھی واقعات رونما ہوئے ہیں، جن میں ہمہ گیر نقل مکانی، جنگ اور امن، تیل کی بندش، بائیکاٹ، سیاسی استحکام اور عدم استحکام، قحط اور خوشحالی، المیے اور امداد، دہشت گردی اور نسلی تطہیر، یرغمال بنانے کے واقعات اور سرحدی تنازعات، مساجد کی تباہی اور جارحیت اور علیحدگی کی تحریکیں شامل ہیں۔ یہ تحریکیں فلسطین سے فلپائن، کشمیر سے کویت، قبرص سے چیچنیا، بنگلہ دیش سے بوسنیا، وسطی ایشیا کی ریاستوں سے مراکش اور صحارا اور پھر ترکی سے برونائی اور یمن تک پھیلی ہیں۔ مصنف کے خیال میں ہر جگہ ان میں پاکستان کا عمل دخل نمایاں ملتا ہے۔ مصنف پاکستان کی جغرافیائی، تاریخی، مذہبی، ثقافتی اور نسلی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے آخر میں امریکہ پر زور دیتا ہے کہ وہ پاکستان کی سٹرٹیجک اہمیت کو تسلیم کرے۔ اس ملک میں اپنے اثر و نفوذ کو بڑھائے اور وہ ہر طریقے سے اس ملک میں سیاسی ڈھانچے کو مستحکم کرنے میں مدد دے۔ جائزہ نگار ڈیوک یونیورسٹی میں پولٹیکل سائنس کا پروفیسر امریٹس ہے۔ زیر نظر مقالے کا خلاصہ ۵ جون ۱۹۹۶ء کو پاکستانی امریکن کانگریس کی چوتھی میٹنگ اور ایوان نمائندگان اور سینٹ کی کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا۔

اسلام، فوج اور سیاست کا قانونی جواز

4. Mumtaz Ahmad, "The Crescent and the Sword: Islam, the Military, and Political Legitimacy in Pakistan, 1977 - 1985. *Middle East Journal*, 50 : 3 (Summer 1996), PP. 372 - 386.

پروفیسر ممتاز احمد نے اپنی تحریر میں اس مفروضے کو جانچنے کی کوشش کی ہے کہ فوجی حکومتیں جبلی طور پر غیر مستحکم ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ قائل کرنے اور سودے بازی کی اہل نہیں ہوتیں اور وہ عوامی اپیل اور

بقا اور قانونی جواز کے لیے نئی سیاسی حکمت عملیوں کی تشکیل نہیں کر پاتیں۔ جبکہ جنرل ضیاء الحق حکومت نے ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۵ء کے درمیان اسلام اور قوم پرستی کے نعروں سے کام لیا اور اس طرح وہ سیاسی استحکام، قانونی جواز کے حصول اور سیاسی، فرقہ وارانہ اور نسلی چیلنجوں کا موثر طور پر سامنا کرنے میں ایک حد تک کامیاب رہی۔ تجزیہ نگار نے ضیاء الحق کے مذکورہ عرصہ اقتدار کا جن مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے، ان میں فوج اور اسلامائزیشن، جمہوریت کی بحالی اور سیاسی تنازعہ، شیعہ سنی فرقہ وارانہ تنازعہ اور نسلی اور علاقائی تنازعات شامل ہیں۔ ممتاز احمد ہیمپٹن یونیورسٹی ورجینیا میں پولٹیکل سائنس کے پروفیسر ہیں

پاکستان اور اسرائیل، فاصلاتی دشمن یا ہمسائے؟

5. Moonis Ahmar, "Pakistan and Israel _ Distant Adversaries or Neighbors?" *Journal of South Asian and Middle Eastern Stndies* xx : 1, (Fall 1996), PP. 20 - 45.

مضمون میں ان تاریخی اور نفسیاتی رکاوٹوں کا ذکر ہے، جو پاکستان اور اسرائیل کے ایک دوسرے کے قریب آنے اور بالخصوص پاکستان کی طرف سے اسرائیلی ریاست کو تسلیم نہ کرنے کی راہ میں حائل ہیں۔ ان دونوں ممالک کے درمیان اتفاق اور اختلاف کے موضوعات کو واضح کرنے کے بعد آخر میں توقع ظاہر کی گئی ہے کہ پاکستان میں یہودیوں اور دولت اسرائیل کے بارے میں ذہنی رویہ تبدیل ہو گا اور ملک میں جمہوریت اور روشن خیالی کے احیا سے بالاخر پاکستان اسرائیل کے بارے میں عملیت پسندی کی پالیسی اختیار کرے گا۔ مضمون نگار کراچی یونیورسٹی کے شعبہ انٹرنیشنل ریلیشنز میں اسسٹنٹ پروفیسر اور ان دنوں الی نوائے یونیورسٹی امریکہ کے تحدید اسلحہ اور عالمی سلامتی کے پروگرام میں وزٹنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ ہے۔

پاکستان میں نسلی تقسیم

6. Christopher O. Hurst, "Pakistan Ethnic Divide", *Studies of Conflict and Terrorism*, 19 : 2 (April _June 1996), PP. 179 - 197.

کراچی میں گذشتہ نسلی تشدد کے حوالے سے تحریر نگار کا خیال ہے کہ پاکستان کو اپنی قومی یکجہتی کے لیے ان دنوں ایسے نسلی علیحدگی پسندوں کا سامنا ہے، جو ایک بڑے پاکستان کے تصور سے کم ہی وابستگی رکھتے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں پنجابی، سندھی، بلوچ، پشتون اور مہاجر جیسے بڑے نسلی گروپوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان گروپوں میں وجہ تنازعہ موضوعات کو مخاطب کیا گیا ہے۔ مضمون نگار کیلیفورنیا سٹیٹ یونیورسٹی سے وابستہ ہے۔

- مقامی ثقافتی قوم پرستی بطور بنیاد پرست مخالف حکمت عملی

7. Carl W. Ernst, "Local Cultural Nationalism as Anti

Fundamentalist Strategy in Pakistan", *Comparative Studies of South Asia*, Africa and the Middle East, xvi : 1 (1996), PP. 68 - 76.

بیسویں صدی کا ایک اہم موضوع ہر قوم کی شناخت کا سوال ہے، جسے عالمی سیاسی کلچر کے تناظر میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان اس سے مستثنیٰ نہیں۔ پاکستان، جو ایک اسلامی ریاست کے طور پر معرض وجود میں آیا، میں گذشتہ دو دہائیوں کے عرصے میں اسلامائزیشن سے اس کی اسلامی شناخت مضبوط ہوئی ہے۔ اسلامی بنیاد پرستی کے بارے میں یورپی ممالک کو جو تشویش لاحق ہے، اس کے تذکرے کے بعد مضمون نگار پاکستان کی اسلامی ریاست کے طور پر شناخت پر شک و شبہ کا اظہار کرتا ہے اور اپنے موقف کی تائید میں اے این پی کے راہنما خان عبدالولی خان کا جملہ نوٹ کرتا ہے کہ "ہم پاکستانی ۴۰ سال سے ہیں۔ ہم ۱۴ سو سال سے مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ جبکہ ہم ۴ ہزار سالوں سے پٹھان ہیں"۔ اس کے بعد مصنف پیپلز پارٹی کے راہنما اعتزاز احسن کی کتاب The Clutural History of the Indus Basen (سندھ طاس کی ثقافتی تاریخ) کو نقل کرتا ہے کہ پاکستان کی شناخت ۶ ہزار سال قبل موہنجوڈارو سے نو آبادیاتی دور کے آغاز تک پھیلی ہے۔ تجزیہ نگار آخر میں اعتزاز احسن کے نقطۂ نظر کو پاکستان میں ایک اہم ثقافتی ایجنڈا قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس ایجنڈے کو بعض دوسرے قلمکاروں جیسے حنیف رامے اور فتح محمد خان کی تائید بھی حاصل ہے۔

مشرق بعید

انڈونیشیا

سہارتو کی مضبوط گرفت

1. R. William Liddle, "Indonesia: Suharto,s Tightning Grip", *Journal of Democracy*, 7 : 4 (October 1996), PP. 58 - 68.

مضمون میں ان عوامل اور عناصر کا حوالہ ہے، جن کے بل بوتے پر ۳۰ سال گزرنے کے بعد بھی صدر سہارتو کی گرفت اقتدار پر مضبوط ہے۔ حکومت کے عناصر ترکیبی کیا ہیں، مختلف سیاسی جماعتوں کی صورت حال اور معاشرے میں شکست و ریخت کیوں ہے اور سیاسی زندگی میں اسلام کے عمل دخل اور علاقائیت کے اثرات پر بھی تحریر میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

ملائشیا/سنگا پور

ملائشیا اور سنگا پور میں نرم استبدائیت

2. Gordon P. Means, "Soft Authoritarianism in Malaysia and Singapore", *Journal of Democracy*, 7 : 4 (October 1996), PP. 67 _ 117

ملائشیا اور سنگا پور میں موجودہ سیاسی نظام برطانوی استعمار کا ورثہ ہے۔ یہ نظام جمہوری اداروں کی صورت میں معمولی ردوبدل کے ساتھ گذشتہ ۴۰ سال سے چلا آرہا ہے۔ ان دنوں سنگا پور اور ملائشیا میں ایک بحث جاری ہے اور یہ بحث جمہوریت کی بقا کے بارے میں نہیں، بلکہ "نرم استبدادیت" سے "جمہوریت میں داخلے" کے سوال پر ہے۔ زیر نظر مضمون میں ان وجوہ کو تلاش کیا گیا ہے، جو ان ممالک میں جمہوری اداروں کی ترویج کا باعث ہیں، لیکن وہ جمہوری آئیڈیل اور پریکٹس کو پروان چڑھانے میں ناکام رہی ہیں۔ اس مقصد کے لیے جائزہ نگار نے دونوں ممالک کی سیاسی تاریخ اور اس میں مختلف جماعتوں کے کردار کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مصنف کینیڈا کی یونیورسٹی Mc Master میں پولٹیکل سائنس کا پروفیسر ایمریٹس اور ملائشیا پر کتاب "ملائشین پالٹیکس" کا مصنف ہے۔

مشرق وسطیٰ

عرب اسرائیل مفاہمت؟

امن کا عمل تذبذب سے دوچار

1. Etel Solingen, "Quandries of the Peace Process", *Journal of Democracy*, 7 : 3 (July 1996), PP. 139 - 153.

یہ خیال کہ جمہوری ممالک بمشکل ہی جنگ کرتے ہیں، تجزیہ نگار کی رائے میں اسکالروں اور پالیسی سازوں کی صفوں میں کافی مقبول ہوا ہے۔ تاہم اسی کے ساتھ بعض مبصرین کو تشویش ہے کہ نئی جمہوریت کے حامل بعض عرب ممالک اسرائیل اور اس کے ہمسایہ ملکوں کے درمیان حالیہ امن کے لیے خطرہ ثابت ہوسکتے ہیں۔ جمہوریت کے حوالے سے مختلف عرب ممالک میں تھیوری اور پریکٹس کی متنوع صورتیں کیا ہیں اور ان کے عرب اسرائیل تعلقات پر پڑنے والے اثرات پر زیر نظر جائزے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ ایٹل سولنگن کیلیفورنیا یونیورسٹی میں پولٹیکل سائنس کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔

مزید معاہدات کا امکان نہیں

2. Richard N. Hass, "The Middle East: No more Treaties", *Foreign Policy*, (September-October), PP. 53 - 63.

مضمون نگار کو خدشہ ہے کہ اسرائیل اور عربوں کے درمیان پانچ سال پر محیط غیر معمولی دور ختم ہو گیا ہے۔ جو اکتوبر ۱۹۹۱ء میں میڈرڈ میں عربوں اور اسرائیل کے مابین پہلے دوبدو مذاکرات سے شروع ہوا تھا اور جس میں اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان دو معاہدات ہوئے۔ اسرائیل اور اردن کے درمیان امن کا معاہدہ ہوا۔ دو بڑی علاقائی اقتصادی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ جنرل اسمبلی سے ۱۹۷۵ء کی قرار داد، جس میں صیہونیت کو نسل پرستی کے مترادف قرار دیا گیا تھا، واپس ہوئی اور اب کسی نئے معاہدے کا امکان کم ہی ہے۔ بالخصوص یروشلم کے سوال پر کوئی فریق رعایت دینے کو تیار نہیں۔ اس طرح اسرائیل کے اردن، شام اور لبنان کے ساتھ امن معاہدات کی توقع کم ہے۔ مضمون نگار اس تعطل سے نکلنے کے لیے عربوں، اسرائیل اور امریکہ کو مختلف اقدامات کے مشورے دیتا ہے۔

مشرق وسطیٰ کا تنازعہ اور خلیج افریقہ میں مداخلت

3. Jeffery A Lefebvre, "Middle East Conflicts and Middle Level Power Intervention in the Horn of Africa", *Middle East Journal*, 50 : 3 (Summer 1996), PP. 387 - 403.

۱۹۵۶ء میں نہر سویز کو قومیایا گیا۔ اس کے بعد کے دور میں مشرق وسطیٰ کے ممالک نے خلیج افریقہ میں جو سیاسی و فوجی مداخلت کی، اس کا جائزہ لیتے ہوئے مضمون میں بتایا گیا ہے کہ اس عرصے میں مشرق وسطیٰ میں پانچ تنازعات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ان میں ۱۹۵۸-۶۷ء کے عرصے کی سرد جنگ تھی۔ عرب اسرائیل تنازعہ تھا۔ ۱۹۷۳ء کے بعد "اعتدال پسند" بمقابلہ "ریڈیکل" کا عرب جھگڑا تھا۔ ۱۹۸۰-۸۸ء کی ایران عراق جنگ ہوئی اور سیکولر اسلامسٹوں کا تنازعہ جو ابھی تک جاری ہے۔ مضمون میں مزید بتایا گیا ہے کہ خلیج اور مشرق وسطیٰ کی طاقتوں کے کرداروں میں جو اتحاد ہوئے، وہ نظریاتی بنیادوں پر اتنے نہ تھے، جتنے کہ وہ جغرافیائی اور سیاسی حقیقتوں کی روشنی میں اپنائے گئے تھے۔ مسٹر جعفری کنیکٹیکٹ یونیورسٹی میں پولٹیکل سائنس کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔

مشرق وسطیٰ کی سفارتکاری میں روس کی واپسی

4. Stephen J. Blank, "Russia's Return to Mideast Diplomacy, *Orbis*, (Fall 1996), PP. 517 - 535.

تجزیہ نگار مشرق وسطیٰ میں روس کی واپسی پر نظر ڈالتا ہے اور خطے میں امریکہ کے ساتھ برابری کی بنیاد پر شرکت کے رجحان اور اس کے مضمرات کا جائزہ لیتا ہے اور لکھتا ہے کہ روس کے پیش نظر ایران،

عراق، لیبیا، شام اور شاید پی ایل او کے ساتھ اپنے تعلقات کا احیا ہے۔ اپنے اقتصادی بندھن مضبوط اور جہاں ممکن ہو، وہ اسلحہ کی ترسیل نو کا خواہشمند ہے۔ روس کے پیش نظر مضمون نگار کی رائے میں علاقے کی بدامنی اور مغربی اثر و نفوذ کو وسطی ایشیا کی ریاستوں تک روکنا ہے۔ تجزیہ نگار پنسلوانیا کے ایک قومی جنگی کالج میں ریسرچ کا پروفیسر ہے۔

مثالیت اور حقیقت پسندی کے درمیان توازن کی تلاش

5. Mohammad Mahallati, "The Middle East: in Search of an Equalibrium between Transcendent Idealism and Practicality", *Journal of International Affairs*, 50 : 1 (Summar 1996), PP. 119 - 141.

تجزیے میں ایران کے حالیہ سماجی، سیاسی اور اقتصادی تجربات کو بطور ٹیسٹ کیس لیا گیا ہے اور آئندہ دس سال میں اس کے سماجی اور سیاسی ڈھانچے میں ہونے والی ممکنہ تبدیلیوں کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ دوسری طرف مضمون میں اس پہلو سے غور کیا گیا ہے کہ ایرانی تجربے کو مشرقِ وسطیٰ کے دیگر ملکوں میں سماجی تبدیلیوں پر کس حد تک منطبق کیا جا سکتا ہے۔

سعودی عرب

سیاسی ترغیب

1. Madawi al-Rashid, "God, The King and the Nation: Politcal Rhetoric in Saudi Arabia in the 1990,s", *Middle East Journal*, 50 : 3 (Summer 1996), PP. 359 - 371

جنگ خلیج کے بعد سعودی عرب میں ۲ مارچ ۱۹۹۲ء کو شاہ فہد بن عبدالعزیز نے جن سیاسی اصلاحات کا اعلان کیا تھا، مضمون میں ان کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ اصلاحات حکومت کے بنیادی قانون، مشاورتی کونسل کے بنیادی قانون، صوبوں کے بنیادی قانون اور ملک کی مستحکم روایات کے عین مطابق ہیں اور ان میں خدا (قانونی حیثیت اور قانون سازی کا ماخذ) بادشاہ (مقدس قوانین کا محافظ) اور سعودی قوم کے درمیان تعلق کی تثلیث کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جائزہ نگار یونیورسٹی آف لندن کے شعبہ عمرانیات میں لیکچرر ہے۔

سلامتی اور خطرہ - سعودی عرب کا تصور

2. Saleh Al-Mani, " Saudi Arabia,s Perception of Security and Threat", *Journal of South Asian and Middle Eastern Stndies*, xx :

1 (Fall 1996), pp. 73 - 86

سعودی عرب کی سلامتی اور اسے لاحق خطرات کے ادراک کے لیے تین عوامل پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک اس کا رقبہ ہے۔ دوسرا اسلام اور تیسرا تیل ہے۔ مضمون میں ملک کی طویل سرحدات، ابھرتے اسلامی ریڈیکل ازم اور مغربی اقوام کے ساتھ اس کے اقتصادی اور فوجی اتحادوں کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ مضمون نگار نے یونیورسٹی آف سدرن کیلیفورنیا سے پی ایچ ڈی کی اور وہ کنگ سعود یونیورسٹی ریاض میں ایسوسی ایٹ پروفیسر اور پولٹیکل سائنس ڈیپارٹمنٹ کا چیئرمین ہے۔

اسرائیل / فلسطین

کثریت اور فلسطینی عوام

1. Ziad Abu-Amr, "Pluralism and the Palestinians", *Journal of Democracy*, 7 : 3 (July 1996). PP. 83 - 93.

مضمون میں پی ایل او کو غزہ اور جریکو میں اختیارات ملنے کے بعد سے ان جگہوں پر ہونے والے انتخابات، حماس کے کردار، جمہوریت کے امکانات، انتفادہ کے اثرات، جمہوری عمل اور امن کی جانب پیش رفت اور جمہوریت اور فلسطینی اتھارٹی کے پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

اسرائیل اور امن و سلامتی

2. Julian O. Hallom, "Blood on the Path to Peace: How "Mr. Peace" became "Mr. Security", *The World Today*, 52 : 11 (November 1996), PP. 272 - 274.

رپورٹ اسرائیل، غزہ اور مغربی کنارے کے دورے کے تفصیلی جائزے پر مبنی ہے۔ اس میں متعدد اسرائیلیوں کی ہلاکت کی روشنی میں مستقبل میں معاہدۂ امن کے امکانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رپورٹ نگار بی بی سی کی رپورٹر اور خارجہ امور کی ماہر ہے۔

اسرائیلی سیاست، امن کا عمل اور ۱۹۹۶ء کے انتخابات

3. Jonathan Marcus, "Toward a Fragmented Polity? Israeli Politics, the Peace Process, and the 1996 General Election", The *Washington Quarterly*, 19 : 4 (Autumn 1996), PP. 19 - 13

زیر نظر تحریر میں مصنف نے اسرائیلی سیاست، پی ایل او کے ساتھ امن کی پالیسی اور بالخصوص ۱۹۹۶ء کے انتخابات میں شریک مختلف اسرائیلی جماعتوں اور ان کی قیادت پر نظر ڈالی ہے اور انتخابی نتائج کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ جوناتھن مارکس بی بی سی ورلڈ سروس کے دفاعی نامہ نگار ہیں۔

اومان اور خلیجی ریاستوں کے ساتھ تعلقات

4. Jacob Abadi, "Israel,s Relation with Oman and the Persian Gulf States, "*Journal of South Asian and Middle Eastern Studies*, XX : 1(Fall 1996), PP. 46 - 73.

عرب اتحاد، جی سی سی کی ممبر شپ، سعودی عرب اور ایران کا خوف، سوویت یونین کا خاتمہ، عرب اسرائیل امن کے عمل کا آغاز اور اسرائیل کی روز افزوں تکنیکی مہارت کے بارے میں عربوں کا احساس تجزیہ نگار کے مطابق وہ محرکات ہیں، جو اومان، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین اور کویت کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی بنیاد بنے۔ تجزیے میں اسرائیل کے مذکورہ ریاستوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کا بھی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جیکب عبادی کلوراڈو کی ائرفورس اکیڈمی میں تاریخ اور ائرفورس کے شعبے کے پروفیسر ہیں۔

یروشلم میں مذہب اور سیاست

5. Marshall J. Breger, "Religion and Politics in Jerusalem", *Journal of International Affairs* 50 : 1 (Summer 1996), PP. 90 - 117.

عیسائی، یہودی اور مسلمان تینوں ہی یروشلم پر اپنے اپنے مذاہب کے حوالے سے حق جتلاتے ہیں۔ اس وجہ سے یروشلم کی حیثیت عربوں اور اسرائیل کے درمیان مستقل امن کے لیے سنگ میل کی ہے۔ زیر نظر مقالے میں مذکورہ تینوں مذاہب کے پیروکاروں کے لیے یروشلم کی مذہبی حیثیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ پھر یروشلم میں مذہبی مقامات کی کیا حیثیت ہو، اس کے ممکنہ حل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں مذکورہ تینوں مذاہب کے نقطۂ نظر کے تناظر میں سیاسی خود مختاری کے موضوع اور اس کے حل کی مختلف صورتوں پر غور و خوض کیا گیا ہے۔

شام

شام کے خفیہ ادارے

1. Andrew Rathmell, "Syria,s Intelligence Services: Origins and Development", *The Journal of Conflict Studies*, xvi : 2 (Fall 1996), PP. 75 - 96.

شام کے خفیہ اداروں کا کام جہاں حافظ الاسد کی استبدادی حکومت کا تحفظ ہے، ان ایجنسیوں نے شام کے خارجہ امور کی انجام دہی میں بھی بڑا کردار ادا کیا ہے۔ شام کے خفیہ اداروں کے بارے میں زیادہ